قسط ۶

مولانا عبدالقیوم حقانی ، فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

قصابوں کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے ارباب علم و فضل کا تذکرہ

(علامہ سمعانیؒ سے ملاقات)

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ سے آٹھ ماہ کے طویل عرصہ کے بعد آج ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ کو پھر سے حضرت العلامہ سمعانیؒ سے کتابی ملاقات کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ اس طویل عرصہ میں شدتِ اشتیاق اور شوقِ ملاقات کے باوجود اپنے عظیم محسن، ایک بے مثال مورخ، علم الانساب کے ماہر اور کتاب الانساب کے شہرۂ آفاق مصنف علامہ عبدالکریم سمعانی کی بارگاہِ علم و ادب میں حاضری کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔ سُن رکھا تھا کہ وصال سے حسرت وصال میں جو لذتیں ہیں وہ وصال کے عشرِ عشیر میں بھی نہیں۔ اس قول میں کتنی صداقت ہے کیسے سمجھایا جا سکے اور سمجھائیں تو کیسے ؎

داستانِ عشق کی ہم کس کو سنائیں آخر
جس کو دیکھو وہی دیوار نظر آتا ہے

بلوغ کی لذتیں کس تعبیر اور کیسے الفاظ کے ساتھ سمجھائی جا سکتی ہیں اور یہ کب ممکن ہے کہ اسے الفاظ کے محدود سانچے میں ڈھالا جا سکے۔ اور نہ آج تک کوئی یہ کر سکا۔ کہ آپ بیتی کو جگ بیتی بنا دے۔ البتہ جگ بیتی کے ذیل میں آپ بیتی موجود ہوتی ہے حسرتِ وصال آپ بیتی ہے اسے جگ بیتی کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

بہرحال مدتوں کی حسرت، سات آٹھ ماہ کا طویل فراق، جدائی کا صدمہ، ذوقِ استفادہ، تحصیلِ علم اور جذبۂ ملاقات کے ملے جلے جذبات لے کر علامہ سمعانی کی مجلسِ روحانی اور دربارِ علم و عرفان میں باریاب ہوا۔ شناسائی تو پہلے ہی سے تھی اب کے بار مسلسل غیر حاضری اور طویل فراق کو بدذوقی اور جذبۂ طلب میں عدمِ اخلاص پر حمل کر کے کچھ اعراض سا فرمایا۔ اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ مجھے خوشی تھی کہ اپنا سمجھ کر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ دل و جان سے چاہنے والے پروانوں اور سچے عشاق کے ہجوم میں کون کسی کی کیا پوچھتا ہے۔ دل سرور سے مسرور تھا اور ضمیر فرطِ مسرت سے گنگنا رہا تھا ؎

ترچھی نظر سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
ہم شاد ہیں کہ ہیں تو کسی کی نگاہ ہیں

کسی عذر و بہانہ سازی اور حیلہ جوئی کے بغیر، دل و جان سے ندامت کے جذبات سے معمور نگاہیں اشک ندامت سے بھرپور، معذرت اور طلب عفو کی درخواست در پیش حضور کر دی ـ

اختر صبح مضطرب، تاب دوام کے لئے

دست شفقت سر پر رکھا، نگاہ دلنواز نے دل کی دنیا بدل دی ارشاد فرمایا اصل چیز ذوق تحصیل علم اور جذبہ صدق طلب ہے جب تک یہ موجود ہے کام چلتا رہے گا علوم و معارف کی راہیں کھلتی رہیں گی۔

زبان حال سے فرمایا، عزیزم! ہمیں تمہاری مشکلات اور مصروفیات معلوم ہی ہیں۔ تمہارا کام حقائق السنن کی ترتیب و تدوین اور تحقیق و مراجعت اہم کام ہے۔ اس راہ سے بڑے بڑے شیوخ حدیث، اکابر اہل علم اور محدثین کی زیارتیں اور ملاقاتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ استفادہ اور علمی ترقی کی راہیں بھی کھل جاتی ہیں۔ تدریس کا مشغلہ بھی علم کے بقا کا ذریعہ ہے ہدایہ کی تدریس سے علامہ مرغینانی اور فتح القدیر کے مصنف علامہ ابن الہمام کی فقاہت، طرز استدلال، استنباط مسائل سے استفادہ اور اشتغال کی برکت سے جودت ذہن، فقہی مہارت اور علمی ترقی کی منزلیں قریب ہوتی ہیں۔ ایسے اکابر اور رجال علم سے تعلق نیک بختی اور سعادت مندی کی علامت ہے مبارک ہو۔

حضرت سمعانیؒ نے وفور شفقت اور کمال عنایت و تربیت کے پیش نظر میری دلجوئی ہمت افزائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ زبان حال کا خلاصہ مقال یہ تھا۔ ارشاد فرما رہے تھے، مجھے آپ کے دینی اور علمی مشاغل سے خوشی ہوتی ہے۔ اکابر اور مشاہیر اہل اسلام بالخصوص علم و دین کے محسنین کے ساتھ تعلق ضرور رکھو ہاں! لطائف المنن والاخلاق فی وجوب التحدث بنعمۃ اللہ علی الاطلاق کے ذریعہ علامہ عبدالوہاب شعرانی کے مجالس روحانی سے اکتساب فیض بھی نیک فال ہے۔ مگر گاہے گاہے اگر وقت ملے اور فرصت ہو اور طبعاً و قلباً نشاط بھی حاصل ہو تو العالم الفاضل الشیخ تاج الدین اسکندری سے بھی کتابی ملاقات کر لیا کرو ان کی دونوں کتابیں "لطائف المنن فی مناقب شیخ ابی العباس و شیخہ ابی الحسن" "مفتاح الفلاح و مصباح الارواح" باطنی کیفیات کی روحانی ترقیات کا ذریعہ ہیں۔ مذکورہ دونوں کتابیں علامہ شعرانی کی لطائف المنن کا حسین تحشیہ ہیں۔

"الانساب" کے اوراق پلٹتا رہا۔ اور حضرت سمعانی کا عرفانی اور روحانی ارشاد بھی سنتا رہا۔ فرما رہے تھے ماشاء اللہ، تمہارا مشغلہ بھی دینی اور علمی ہے۔ اسلاف امت اور اکابر ملت نے دنیا و ما فیہا کے نعمتوں پر اسے ترجیح

دی۔ مگر یاد رکھنا، کل اور آج میں بڑا فرق ہے۔ آج بعض بد نصیب ایسے بھی ہیں جو دین کو بھی معاش کا دھندا سمجھ کر نبھاتے اور روزی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ مگر ہمارے بزرگوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے دین کی خدمت کی علم دین کی اشاعت کی اور زندگی گذارنے کے لئے غیروں سے استمداد، سوال اور احتیاج کے بجائے رزقِ حلال کا کوئی ایک پیشہ اختیار کیا اور اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آخرت بنائی ــ دیکھئے! کل قربانی کا دن ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ملت کا احیاء مقصود ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان قربانی کریں گے کہ اللہ کا دین زندہ ہو۔ قربانی عبادت ہے۔ مگر بد قسمتی سے رواج اور فیشن کے طور پر اپنائی جا رہی ہے۔ مسلمان اور دیندار ہو کر بھی ذبیحہ کے مسنون طریقہ تک سے ناواقفیت عام ہے۔ کرائے کے قصاب بلائے جاتے ہیں جنہیں عبادت و سنت اور ذبیحہ کے حلال و حرام سے کم اور اپنے اجر و مزد سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔

ہمارے اسلاف قربانی بھی کرتے تھے اور ذبح بھی اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

ادھر یہ گفتگو ہو رہی تھی اُدھر الانساب کا دریچہ کھل رہا تھا۔ نظر اٹھی دیکھا کہ ورق ۴۵۴ سامنے ہے اور صاحب "الانساب" ارشاد فرما رہے ہیں۔

یہ جو تمہارے سامنے تابعین، فقہاء، محدثین اور ائمہ و علماء کی طویل فہرست ہے اس میں نظر دوڑاؤ! کتنے بڑے بڑے ائمہ، محدث و مفسر، مجتہد و فقیہہ، علماء اور ملت کے رہنما نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب علم دین کے ماہر، قرآن و حدیث کے عالم فاضل، اور امت کے عظیم محسن و رہنما تھے۔ انہوں نے کبھی بھی غیر کے سامنے دستِ سوال نہیں پھیلایا، احتیاج کا اظہار تک نہیں کیا۔ دین اور علم دین کی تحصیل، تدریس اور خدمت و اشاعت کی اور اجر کی امید صرف خدا سے رکھی۔ زندگی گذارنے کے لئے رزقِ حلال کمایا۔

کوئی بین الاقوامی تجارت، وسیع کاروبار یا کارخانوں اور بڑے پیمانے کے صنعت و حرفت سے نہیں بلکہ حلال جانور ذبح کر کے گوشت فروشی کرتے اور خدمتِ دین میں اطمینان حاصل کرنے کے لئے اپنے ہاتھوں کی مشقت اور مزدوری سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے۔

احقر نے الانساب کے سامنے والے صفحہ پر صاحب الانساب کی ہدایت کے مطابق دیکھنا شروع کیا۔ جلی قلم کے ساتھ "باب القاف والصّاد" کے متصل بائیں جانب شہ سرخی کے ساتھ "القصّاب" لکھا ہوا تھا۔ علامہ سمعانی فرمانے لگے لفظ قصّاب "بفتح القاف وتشديد الصاد وفي آخرها الباء الموحدة" عربی میں اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے ہاتھوں سے بکری اور دیگر حلال جانور کو ذبح کرتا ہے اور پھر ان کا گوشت بازار میں فروخت کرتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اردو، فارسی اور بعض علاقائی زبانوں میں بھی حلال جانوروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بیچنے

بیچنے والوں کو قصاب کہتے ہیں۔ یہ عربی زبان سے ماخوذ اور مانوس لفظ ہے۔ مگر اس حیثیت سے نامانوس ہے کہ بڑے بڑے علماء، محقق، مصنف، مبلغ اور محدث بھی قصاب گزرے ہیں۔

علامہ عبدالکریم سمعانی کو خدا نے زبان کی شیرینی، دردِ دل اور سوزِ دروں سے نوازا ہے۔ اسلاف کی تاریخ اور امت کے رجالِ کار اور ان کے کارنامے اور ان کے انساب انہیں ازبر ہیں معلومات اور علم و عرفان کے بحرِ بے کراں ہیں۔ بند ٹوٹ گیا: تاریخ کے صفحات پلٹنے لگے۔ صرف ذبیحہ کرنے اور گوشت بیچنے والے قصابوں کا ذکر تھا۔ یہ امت محمدیہ کا قیمتی سرمایہ اور ملت اسلامیہ کا اصلی جوہر تھا۔ جنہوں نے افرادِ ملت کی علمی اور روحانی زندگی اور ترقی و کمال کے لئے ایسی بہترین، تازہ اور طاقت ور غذا مہیا کی کہ پوری امت کے لئے گویا ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئے۔ قصابوں کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم و فضل، علماء اسلام اور رہنمایانِ ملت اور مشاہیر اہل علم کی تعداد بے شمار ہے۔ ان کی ذات سے توحید کو فروغ، علوم و معارف کو ترقی، اخلاق کو بالادستی اور اسلام کے پیغام کو ہمہ گیری حاصل ہوئی ہے۔

قصابوں کی اس فہرست کے آغاز میں امام حسن بن عبداللہ کا تذکرہ ہے۔ موصوف اپنے وقت کی عظیم شخصیت عالم و فاضل اور علم دین کے بے لوث خادم تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مولیٰ حضرت نافع سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ موزوں پر مسح کی مشہور روایت حضرت نافعؓ کے واسطہ سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

عن الحسن بن عبد اللہ القصّاب عن نافع عن عبد اللہ بن عمرؓ قال وقت لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسح علی الخفین یوماً ولیلۃ وللمسافر ثلثۃ ایامٍ ولیالیھا۔

حسن بن عبداللہ قصاب سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت نافعؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کے لئے وقت کی تعیین فرمائی مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات تک موزوں پر مسح کرنے کی اجازت ہے۔

امام حسن قصاب طلب علم اور پھر اشاعتِ علم دونوں مرحلوں میں کردار و اعمال اور سیرت و اخلاق اور ظاہر و باطن سے خوب واقف تھا۔ تمام زندگی تحصیل و اشاعت علم سے وابستہ رہے۔ مگر رزقِ حلال اور معاشی ضروریات کے لئے درِ غیر پر جبیں رسائی کی خست و ذلت سے اپنی جبین کو آلودہ نہیں کیا۔ سب سے بے نیاز اور خدا سے نیازمند رہے۔ قوتِ لایموت اور زندگی کی معاشی ضرورت کی کفالت کے لئے قصّابی کا پیشہ اختیار کیا۔ علم کی فضیلت، اہل علم کی صف میں اولیت، اپنے ہم زمانہ اربابِ علم و فضل کے ساتھ معاصرت، معاشرہ

ہیں بلند قدر و منزلت اور علو شان - اس پیشہ کے اختیار کرنے میں نہ ان کیلئے شرم و عار بن کر سامنے آئے اور نہ رزقِ حلال کے کمانے سے کسی مانع کمور کاوٹ بن کر سامنے آنے کا موقعہ دیا -

موصوف تابعی تھے صحابہؓ کی زیارت سے مشرف تھے - ان نگاہوں کو دیکھا تھا جو براہِ راست چہرۂ نبوت کے انوار و تجلیات سے منور تھے - اور ایسی نگاہوں کے منظور نظر تھے جو تاجدارِ نبوت ؐ کے رخ انور کی ضیا پاشیوں سے معمور اور عشق رسالت کی کیف و مستی سے مخمور تھے - ان کا اسوہ، صحابہ کا نمونہ اور ان کی سیرت و کردار کی ایک جھلک تھی - ان کا فقر و درویشی، ان کی خدمت و اشاعت علم، ان کا کسب حلال اور ان کی محنت و مشقت پر حضرات صحابہؓ کی مہر لگی ہوئی تھی - امام حسن قصاب کی زندگی اور پاکیزہ کردار پوری امت کے علماء اور خدام اسلام کے لئے ایک سبق - ایک عبرت انگیز نصیحت، شوق علم اور ذوقِ عمل کی انگیخت کا ذریعہ ہے -

قصابوں کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے مشاہیر علماء اسلام کی اس فہرست میں علامہ سمعانی نے ابو عبداللہ حبیب بن ابی عمرہ القصّاب کا تذکرہ فرمایا - حبیب قصّاب بہت بڑے محدث، مرجع علم اور منبع جود و سخا تھے - طالبانِ علوم نبوت کے حلقہ میں مشہور ، تدریسی معیار کے لحاظ سے محبوب، گویا طلبہ کے دل کی دھڑکن تھے - علمی مقام اور روحانی قدر و منزلت میں علو شان کے مالک تھے - ذاتی وجاہت اور شخصی کردار نے انہیں تمام حلقوں اور عام معاشرہ میں ایک بلند مقام دے دیا تھا - مرکزِ علم کوفہ، جو محدثین کا شہر، فقہ کا گہوارہ علوم و معارف کا گڑھ - اور تفسیر و حدیث کا مخزن تھا جس کی ہوائیں اور فضائیں بھی علم و معرفت کے انوار سے بھرپور، قساوتِ قلبی اور جہالت کی تاریکیوں میں ذریعۂ نور تھیں - موصوف کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا یہی ان کا مسکن تھا اور اسی نسبت پر انہیں فخر اور ناز تھا - ان کے اساتذہ کثیر اور بے شمار تھے - مگر حضرت سعید بن جبیر ان سب کے گل سرسبد تھے - موصوف کو ان سے تلمذ اور روایت حدیث کا شرف حاصل ہے - حبیب قصاب کے تلامذہ کا حلقہ پھیلا ہوا اور بہت وسیع ہے گو علامہ سمعانی نے ان کے تلامذہ کی فہرست نہیں دی - اور نہ اس سلسلہ میں کوئی تفصیلی عندیہ بیان فرمایا ہے - تاہم ان کے اس ایک ارشاد سے حبیب قصاب کی عظمت، تدریس اور مرتبہ علم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے - علامہ سمعانی ارشاد فرماتے ہیں :

وروی عنہ الثوری — یعنی ان سے امام سفیان ثوری نے حدیث کی روایت کی ہے -

علم حدیث کے جلیل القدر امام حضرت سفیان ثوری آپ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہیں آپ کے سامنے استفادہ اور تحصیل علم کی خاطر زانوئے تلمذ تہ کرچکے ہیں - اور آپ سے روایتِ حدیث بھی کرتے ہیں - اور آپ سے

تلمذ پیرانہ اور فخر و اعزاز کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ حبیب قصاب کے عظمت مقام اور رفعت شان کے لئے اتنا کافی ہے کہ حضرت امام سفیان ثوری جیسے محدث نے ان سے کسب فیض کیا۔ اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ اسلاف کا تذکرہ، اکابر کا تقویٰ، ائمہ اسلام کی سیرت اور محسنین امت کے سوانح و آثار گویا فیضان رحمت کا آبشار تھا۔ علامہ عبدالکریم سمعانی کی طبیعت کے بند ٹوٹ چکے تھے۔ جلال و جمال اور علمی و روحانی کمال اپنے پورے بخت و اقبال کے ساتھ تموج میں تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ علامہ سمعانی آج ہی اپنا جذبہ اسلامی اور حمیت ایمانی پورے زور اور خلوص کے ساتھ افرادِ امت میں منتقل کر دینا چاہتے ہیں۔ ابھی ایک کا تذکرہ اور اس کے اوصاف و کمالات کا بیان جاری تھا کہ دوسرے کا نام آتے ہی اس کے وصف و کمالات کے بیان میں کھو گئے۔ ابھی وہ تشنہ تکمیل ہے کہ تیسرے کے حسن و جمال اور علمی و روحانی کمال نے اپنے تذکرہ و بیان کی دعوت دے دی ارشاد فرمانے لگے۔

عبدالعزیز بن موسیٰ قصاب بھی کسی بڑے کاروباری خاندان، یا سرمایہ دار اور کارخانے دار باپ کے بیٹے نہیں تھے اور نہ ہی ان کی یہ بے مثال عزت اور بے نظیر عظمت، وفور سرمایہ و دولت کی مرہون منت تھی اور نہ ہی انہیں کوئی دنیوی جاہ و منصب، عہدۂ قضا یا وزارت کی براجمانی حاصل تھی۔ جس نے لوگوں کو ان کا تابع بنا دیا تھا۔ فقر و درویشی اور علوم نبوت کی مصاحبت نے انہیں شہرت دی۔ پاکیزہ کردار نے انہیں عظمت بخشی اور اخلاص و للہیت نے انہیں رفعت عطا کی۔ اللہ کی حقیقی عبدیت نے انہیں عظمت آبرو کا سرتاج بنا دیا۔ ان سب کا مرجع، اور نقطۂ مرکز، دین اور علم دین سے پرخلوص، دائمی اور بے غرض وابستگی ہے علم زندہ ہے جو اس سے وابستہ ہو گیا ہمیشہ کی زندگی پا گیا ؎

بنا ہے شاہ کا مصاحب پھرا ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

موسیٰ قصاب کے بیٹے عبدالعزیز قصاب بھی کوئی شہنشاہ نہیں تھے قصاب تھے بکریاں اور حلال جانور ذبح کر کے گوشت بیچتے اس سے جو کمائی ہوتی اس سے خود بھی گذر اوقات کرتے اور اپنے بچوں اور افرادِ خاندان کا پیٹ پالتے مگر ان کا نام اور کام زندہ ہے۔ اور بادشاہوں کے تذکروں سے ہزار چند بڑھ کر تابندہ ہے۔ موصوف مرو کے رہنے والے تھے۔ مرو کے باشندے انہیں اپنا شیخ تسلیم کرتے ہیں اور جب بھی ان کا نام آتا ہے تو ان کی عظمت و رفعتِ شان سے اہلِ مرو کے سر جھک جاتے ہیں۔

عبدالعزیز قصاب کو بھی خدا تعالیٰ نے طبیعت معتدل اور فطرت سلیم بخشی تھی دنیا کا حسن و جمال اور اس کی ظاہری چمک و رعنائی ان کی نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکی آپ نے دنیاداروں اور سرمایہ داروں کی راہ چلنے کے بجائے

علم اور خدمتِ دین، فقر و درویشی اور غربت و مسکنت کی زندگی کو ترجیح دی۔ انہوں نے بادشاہوں کے درباروں سرمایہ داروں کی چوکھٹوں اور دنیاداروں کے دروازوں پر انسانیت کی آبرو کو رسوا نہیں کیا۔ بلکہ خالقِ کون و مکاں کی بارگاہ صمدیت میں سجدہ کیا اور ایسا سجدہ کہ سب سے بے نیاز ہو گئے ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ان کی نظر اللہ کے جمال اور اس کی قدرت و کمال پر تھی تو ذات پات، نسب و نسبت، مزدوری اور پیشہ و دست کاری ان کے لئے رکاوٹ نہ بن سکی تحصیلِ علم اور ذوقِ طلب کی تکمیل کے لئے ابوالحسین عبدالرحمن بن محمد دھّان (روغن ساز و روغن فروش) کی درسگاہ میں پہنچ کر ہمہ پہلو فنا فی العلم ہو گئے۔ اس وقت آنکھ اٹھائی جب ان کا دامن علوم و معارف کے خزینہ سے لبریز ہو چکا تھا۔ علومِ نبوت اور عرفان و معرفت کے لازوال خزانوں سے مالا مال ہو چکے تھے۔ جو سب سے کٹ کر علم سے جڑ جائے تو علم اس کے سینہ کا دفینہ بن جاتا ہے۔ "العلم لا یعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک" "علم تجھے اپنا بعض حصہ بھی نہیں دے گا جب تک تو اپنے تمام جذبات و احساسات، تعلقات و معاملات دنیوی اور قلبی علائق سے کٹ کر صرف اور صرف علم ہی کا طالب، اسی کا عاشقِ زار اور اپنی ہر ادا سے اسی کا چاہنے والا نہ بن جائے۔

عبدالعزیز قصاب نے اسی راہ کو اپنایا۔ اسی کو اپنی زندگی کا اصول بنایا اسی کو اپنے نفع و ضرر اور اللہ کے قرب کا ذریعہ وصول بنایا۔ علم کی راہ سے منزل تک پہنچنا چاہا، پہنچے اور ایسے پہنچے کہ خدا نے فقیری میں امیری بے کسی میں بادشاہی اور بے بسی میں من چاہی کی رفعتوں پر پہنچا دیا۔ ان کے شرف و منزلت اور مرتبہ و مقام کے لئے کیا کوئی کم دلیل ہے کہ علامہ سمعانی نے اعاظم رجال کی اس فہرست میں تیسرے نمبر پر تذکرہ فرمایا ہے اور ان سے اپنے دادا کی روایت کو فخر و ناز اور عزت و امتیاز کے ساتھ بیان فرمایا ہے

ارشاد فرمایا۔ کہ عبدالعزیز قصاب کا ہمارے خاندان کے اکابر، اور خاندانی بزرگوں پر بھی بڑا احسان ہے کہ ان ہی کے ذریعہ سے ہمارے خاندان میں علم نبوت کی دولت منتقل ہوئی ہے فرمایا۔

سمع منہ جدّی الامام ابو المظفر السمعانی۔

میرے جدِّ بزرگوار امام ابوالمظفر السمعانی نے ان سے حدیث کا سماع کیا۔

اس کے بعد علامہ سمعانی نے ابو رافع قصاب، ابو عبداللہ محمد بن علی قصّاب کا تذکرہ کیا۔ ابھی اس سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ ابو خباب عباد بن عون قصاب کے سوانح و آثار، ان کے حالات کا تذکرہ، کمالات پر تبصرہ اور ان کی علمی و دینی اور اشاعتی خدمات، بڑی عقیدت و اعتراف اور بڑی محبت اور بڑے جوش

دجذبے سے بیان کرنے لگے ۔

ارشاد فرمایا، حضرت عماد قصابؒ مصر کے رہنے والے تھے ۔ اس لئے مصر سے نسبت پر معروف تھے گوشت فروشی ان کا پیشہ تھا ۔ انہیں تابعین میں جلیل القدر اساتذۂ حدیث اور ماہرین فن سے علوم نبوت کی تحصیل و تکمیل کا شرف حاصل ہوا ان کے اساتذہ میں سر فہرست حضرت قتادہ اور حضرت زرارہ بن ابی اوفیٰ ہیں حضرت عباد قصابؒ دونوں حضرات سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور دونوں سے نسبت تلمذ پر انہیں فخر تھا ۔ موصوف کا علم، مسائل اور فتاویٰ اس لئے مشہور مقبول اور معتمد تھے کہ ان پر براہ راست حضرت قتادہ اور حضرت زرارہ کی مہر لگی ہوئی تھی ۔ آپ کے علم و فضل اور شرف و تفوق کی ایک دنیا قائل تھی ۔ آپ کے ہاں طالبان علوم نبوت کا ہجوم رہتا تھا ۔ دسیوں کے دامن مرادوں سے بھرے جا رہے ہیں ۔ دسیوں کو دستار فضیلت اور سند علم سے نوازا جا رہا ہے ۔ دسیوں کو نئے داخلے مل رہے ہیں ۔ عجیب سماں تھا اور عجیب منظر تھا اسلام کی عظمت شان جھلکتی نظر آتی تھی ۔ بصرہ کے تمام مشائخ، محدثین اور بڑے بڑے علماء نے آپ سے کسب فیض اور علم حدیث کا اکتساب کیا ۔ اس لئے تو آپ اہل بصرہ کے شیخ مانے جاتے تھے ۔

ابھی عباد قصاب کا ذکر جاری تھا، علامہ سمعانی کی شیریں بیانی کا کیا کہئے تذکرے و تبصرے، تعارف اور سوانح و کارنامے سنا سنا کر سامعین و ناظرین کا یقین بنا رہے تھے ۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ یہی یقین پختہ ہوتا جا رہا تھا ۔ کہ یہ دنیا اور اس کی رونقیں چند روزہ اور فانی ہیں ۔ دنیا کی وسعتیں اور تنگیاں سب آنی جانی ہیں اصل چیز علم دین اور فکر آخرت ہے جنہیں یہ دولت ملی وہی باقی اور جاودانی ہیں ـــ اسی ذیل میں ...ن گفتگو ابو حمزہ میمون قصاب کا ذکر خیر چل پڑا، ارشاد فرمایا

موصوف بڑے متقی، پرہیزگار اور سیرت و کردار کے مالک تھے ۔ انہیں ابتدائے شعور ہی سے تحصیل علم حدیث کا شوق، حضرت ابراہیم نخعی اور امام حسن بصری کی درسگاہ میں لے گیا ۔ میمون قصاب نے دونوں اساتذۂ حدیث سے مکمل استفادہ کیا ۔ اساتذہ نے بھی طالب صادق اور جوہر با صفا دیکھ کر پوری توجہ کی اور شفقت فرمائی ۔ علوم نبوت کا وافر خزانہ اپنے اس ہونہار شاگرد کے دل و دماغ اور قلب میں گویا انڈیل دیا تھا ۔ مابوں کے گروہ سے تعلق رکھنے والے اللہ کے اس نیک بندے اور اسلام کے عظیم خادم اور علوم نبوت کے بے مثال عالم و فاضل کے علم و فضل اور علم حدیث و تفسیر میں عبور کامل کے چرچے پوری دنیا میں پھیل گئے طلبہ دور دراز علاقوں سے رخت سفر باندھ کر حاضر خدمت ہوتے اور جھولیاں مرادوں سے بھر بھر کر واپس ہوتے علوم و معارف نبوت کی تقسیم جاری تھی ۔ میمون قصاب ساتی کے مرتبۂ بلند پر فائز تھے ۔

عظیم اور جلیل القدر محدثین، امام الحدیث حضرت امام سفیان ثوری، علم حدیث کے مشہور امام حماد بن سلمہ اور

عبدالحمید بن منصور جیسے افاضل و ائمہ حدیث بھی آپ ہی کی بارگاہ علم و فضل میں خادمانہ حاضر ہو کر علم حدیث کی دولت سے مالامال ہوئے۔

اس قدر جلیل القدر اکابرین اور ائمہ حدیث کے استاد و شیخ الحدیث، پیشہ اور کاروبار کے لحاظ سے قصاب تھے مگر سبحان اللہ! کہ علم و فضل اور دینی خدمات و درجات کے لحاظ سے ایک دنیا کے امام و مقتدا تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

اس کے بعد قصابوں کے پیشے سے تعلق رکھنے والے کئی ایک مشاہیر اسلام اور ارباب علم و فضل کا تذکرہ فرماتے رہے۔ احقر محفوظ کرتا رہا۔ حافظہ تو گناہوں نے کمزور کر دیا ہے البتہ قلم پر زور رہا۔ یہ بھی محض خدا تعالیٰ ہی کا فضل و کرم ہے کہ کچھ تو محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور اکابر کی سنت بھی یہی ہے۔

کل ۹ ذی الحجہ سے حضرت علامہ سمعانی کی بارگاہ روحانی میں مسلسل حاضری رہی۔ آج ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور عید الاضحیٰ کا مبارک دن ہے قربانیاں ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ علامہ سمعانی کی ناراضگی ختم ہو چکی تھی ان کا اعراض کامل توجہ میں بدل چکا تھا۔ زبان حال سے ارشاد فرمایا، مبارک ہو، اکابر اور اسلاف کا شب و روز علم سے تعلق تھا خوشی اور غمی علم سے وابستہ تھی، تنگی اور وسعت پر علم کی چھاپ تھی۔ حیات اور وفات بھی علم کی راہ میں تھی۔ چھٹی کا تصور بھی نہیں تھا۔ عید کا دن، گویا سب سے زیادہ، تحصیل علم کا دن تھا ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ روزن کھلا اور "تدوین حدیث" کے دریچہ سے علامہ مناظر احسن گیلانی کی روح پکار اٹھی۔

مبارک ہو! مبارک ہو حضرت امام مالک کی یاد تازہ کر دی ہے۔ ارشاد فرمایا، امام مالک حضرت نافع اور شہاب زہری سے تحصیل علم حدیث اور فائدہ اٹھانے میں ہمہ تن متوجہ تھے۔ ان کے گھر جاتے اور ان کے نکلنے کا انتظار کرتے تھے۔ تاکہ حصول علم، نہایت صحت اور سکون سے تکمیل کو پہنچ سکے۔ چنانچہ روایت ہے کہ عید آئی۔ امام مالک نے سوچا کہ آج ایسا دن ہے کہ ابن شہاب زہری خالی ہوں گے۔ عید کی نماز پڑھ کر لوٹے اور ان کے دروازے پر جا کر بیٹھ گئے۔

سنا! کہ ابن شہاب زہری اپنی لونڈی سے فرما رہے تھے دیکھو دروازے پر کون ہے؟

لونڈی آئی! دیکھا اور واپس ہوئی اور ابن شہاب سے عرض کیا، آپ کا تابعدار شاگرد سرخ و سفید رنگ والا مالک ہے۔ کہا اسے بلا لاؤ۔ چنانچہ بلانے پر امام مالک داخل ہوئے۔ ابن شہاب زہری نے فرمایا، مالک! تم عید کی نماز پڑھ کر گھر نہیں گئے؟ امام مالک نے جواب دیا کہ نہیں۔ فرمایا، تم نے کچھ کھایا بھی ہے۔ امام مالک نے عرض کیا نہیں۔ فرمانے لگے کچھ کھا لو۔ میں گھر سے بھیج دیتا ہوں۔ امام مالک نے عرض کیا جی نہیں۔ نہیں کھاؤں گا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ فرمانے لگے پھر کیا ارادہ ہے۔ کیسے آئے؟ امام مالک نے عرض کیا بس صرف حدیث پڑھنے آیا ہوں، سبق پڑھا دیجئے۔